فرزانہ خدرزئی

اسسٹنٹ پروفیسر

گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج جناح ٹاؤن کوئٹہ

بلوچستان میں قیام پاکستان سے قبل کی اردو شاعرات

Balochistan has an honour to be the breading place of different languages.In olden ages the women of Balochistan used ko express their feelings in regional languages.with the passage of time the way of their thinking changed and they begin to do poetry in urdu rather then their regional languages.Balochistan is such a place which is not deprived of poetesses who migrated from other areas.poetry has always been the part of the culture of Balochistan.there are three famous poetesses of Balochistan,one among them is famous for her collection of Naths.these women belongs to Loralie.In fact their husbands migrated here and they enthusiasticaley participated in poetic activites.They started poetry in such era when urdu language was unknown.It is a tragedy that a literary circle is unfamiliar to these female poetesses.

بلوچستان کو مختلف النوع زبانوں کا مسکن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بلوچی، براہوی، پشتو، پنجابی، سرائیکی، دہوار، کھیتر انی، جٹکی، ہزارگی اور اردو زبان کا امین یہ صوبہ اپنے دامن میں مختلف النوع ادبی وثقافتی تنوع لیے ہوئے ہے۔ یہاں زبانوں کا اختلاط جہاں ایک جانب سماجی رواداری کا باعث بنتا ہے تو دوسری طرف مقامی زبانوں کی ادبی تخلیقات یہاں بسنے والی اقوام کے درمیان لسانی قربت پر منتج ہوتی ہے۔ بلوچستان میں پہلے پہل خواتین نے یہاں اپنی اپنی علاقائی زبانوں میں اظہار خیال کیا پھر رفتہ رفتہ ان کی سوچ اور تخیل کا زاویہ تبدیل ہوا اور وہ اپنی مادری و علاقی زبانوں کے علاوہ اردو زبان میں بھی مہارت سے شاعری کرنے لگیں، اظہار کی اس تبدیلی میں میں یقیناً تعلیم کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ بلوچستان میں ایسی خواتین کی بھی کمی نہیں ہے جو دوسرے خطوں سے ہجرت کر کے ملازمت، تجارت یا تقسیم ہند سے پہلے نا موافق حالات کے پس منظر میں ہجرت کر کے یہاں تشریف لائی۔ان خواتین میں بلاشبہ ایسی خواتین کی بھی کثیر تعداد ہے جو اردو زبان بولتی ہوں لیکن جب بھی بلوچستان میں خواتین کی شاعری کی بات چھیڑی جاتی تو سب سے پہلا نام رابعہ خضداری کا ملتا۔ سامانیہ دور جس کا آغاز ۳۹۰ھ سے ہوتا ہے یہی دور تھا جب رابعہ نے شعروسخن کا آغاز بھرپور انداز میں کیا۔اس کے بعد اردو تذکروں اور بلوچستان کی ادبی تاریخوں میں

خواتین کی شاعری کے حوالے سے اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیتا ہے اور یہ بات بڑی تعجب خیز تھی کہ ایک ایسا خطہ جس میں شاعری کا آغاز اتنے بھرپور و توانا انداز سے ہو اور ایک طویل زمانی خلا کے بعد خواتین کی شاعرانہ کاوشوں کی بحث چھڑے تو براہوی ادب کی تاریخ میں ۱۹۱۵ء میں پیدا ہونے والی شاعرہ مولانا دین محمد پوری کی صاحب زادی تاج بانو کا نام سامنے آئے۔ کیا رابعہ و تاج بانو کے مابین پائے جانے والی اس طویل مدت میں کسی دوسری شاعرہ نے قومی زبان میں شاعری نہ کی ہوگی؟ بلوچستان میں فارسی ادبیات کی اتنی قدیم روایت کے باوجود رابعہ کے علاوہ ماضی میں کیا کسی بلوچستان کی اہل قلم خاتون نے فارسی شعر و ادب میں اپنا حصہ نہ ڈالا ہوگا؟ اردو شعر و ادب بھی جدت کی طرف رواں دواں ہے۔ ہر دور کا ادب اپنے وقت میں نیا اور جدید ہوتا ہے لیکن وقت گذرنے اور عصری تقاضے تبدیل ہونے پر قدامت کا لبادہ اوڑھ کر ماضی کا حصہ ضرور بنتا ہے مگر ادب کبھی مرتا نہیں ہے۔ اسی پس منظر میں کہا جا سکتا ہے کہ بلوچستان میں خواتین کے حوالے سے شاعری کا تذکرہ کیا جائے تو شعر و سخن کی داستان اتنی مختصر بھی نہیں کہ رابعہ سے شروع ہو اور تاج بانو پر ختم ہو بلکہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بلوچستانی شعر و ادب کے خاکے میں خواتین نے وہ تمام رنگ بھرے ہیں جن کی ضرورت تھی اسی بنا پر آج بلوچستان میں اردو شاعری مختلف موضوعات اور فن و فکر کے لحاظ سے عصر حاضر کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہے، لیکن اتنا ضرور ہے ماضی کی شاعرات تعداد میں قلیل ہیں جنہیں گنتی میں گنا جا سکتا ہے لیکن ان کی شاعری معیار کے حوالے سے کسی سے بھی کم نہیں ہے۔

بلوچستان کی اردو شاعری میں نقش اول کی حیثیت رکھنے والی ایسی شاعرات جنھوں نے قیام پاکستان سے قبل اس خطے میں شعر و سخن کی روایت کو بھرپور انداز میں اپنایا اور جو تعداد کے لحاظ سے تین ہیں اور جن میں ایک تو باقاعدہ نعتیہ مجموعہ کی خالق بھی ہیں یہ تینوں خواتین لورالائی سے تعلق رکھتی ہیں، ایک ہی گھرانہ ہے، ان کے شوہر ملازمتوں کے سلسلے میں یہاں آئے جو خود بھی شاعرانہ سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان تینوں خواتین بلوچستان میں منعقد ہونے والے مشاعروں میں ایک ایسے دور میں شرکت کی جب لوگ اردو شاعری تو کجا اردو زبان سے بھی ناواقف تھے، مگر جہاں تک مواد کی دستیابی کا سوال پیدا ہوتا ہے تو یہ خاصا مشکل کام تھا۔ سوائے ایک شخصیت کے فی الحال بلوچستان کے ادبی حلقوں سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت ان شاعرات سے ناواقف تھی۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اپنی کتاب بلوچستان میں اردو کا مطالعہ کیا، اس کتاب میں انہوں نے دہلی سے چھپ کر لورالائی سے جاری ہونے والے ادبی رسالے ''قندیل خیال'' کا تذکرہ کیا۔ بلوچستان میں اردو میں'' ادبی انجمنیں اور مشاعرے'' کے عنوان سے رقم کئے گئے باب میں یوسف پوپلزئی اور لالہ فتح چند نسیم کا ذکر قندیل خیال

کی شمع جلانے والی شخصیات کے طور پر کرنے کے بعد لورالائی میں ہونے والے مشاعروں پر روشنی ڈالنے کے علاوہ مشاعروں میں شریک شعراء کی فہرست پیش کی ہے اس سلسلے میں لکھتے ہیں :

> بلوچستان میں ۱۹۱۱ع کے لگ بھگ لورالائی میں مشاعروں کا آغاز ہوا۔ان مشاعروں میں شرکت کرنے والوں کے نام یہ ہیں : سردار محمد یوسف خان پوپلزئی ،مولوی عبدالحنان احقر،عنایت اللہ خان ایاغ ،خان بہادر نبی بخش خان اسد، چراغ الدین چراغ ،محمود خان محمود، نانک سنگھ نانک، فتح چند نسیم،عابد شاہ عابد ،عنایت علی عنایت، ہرکرن داس ہرکرن، پنڈت جیون سنگھ، شیخ محمد عبدالحق، وغیرہ [۱]

ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی کتاب بلوچستان میں اردو کے بعد بلوچستان میں پنپنے والی اردو شعری ونثری سرگرمیوں کے متعلق اہم معلومات ڈاکٹر فاروق احمد کی کتاب بلوچستان میں اردو زبان و ادب سے حاصل ہو تی ہیں۔ انہوں نے بلوچستان میں اردو شاعری کا مختصر جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اس خطے میں شاعری کرنے والے قدیم و جدید شعراء کی شاعرانہ کاوشوں کو ضبط تحریر میں لایا ہے، یہاں لورالائی میں ''قندیل خیال'' کے زیر اہتمام ہونے والے مشاعروں یا شعراء کی شاعرانہ سرگرمیوں کو تو ضبط تحریر لایا گیا لیکن ''قندیل خیال'' کا نام لیے بغیر بلوچستان میں ہونے والے مشاعروں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

> بیسویں صدی کی دوسری دہائی ۱۹۱۱ع میں لورالائی میں مشاعروں کا آغاز ہوا۔سردار محمد یوسف خان پوپلزئی نے ادب اور مشاعروں کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔۔۔اس کے علاوہ انہوں نے ایک رسالہ نکالا اور مشاعروں کا باقاعدہ اہتمام کیا۔ان مشاعروں میں بیشتر اہم اور معتبر شعراء شرکت کرتے تھے۔ان شعراء میں سردار محمد یوسف خان پوپلزئی کے علاوہ عبدالحق، عنایت اللہ خان ایاغ، خان بہادر خان، نبی بخش اسد، چراغ الدین چراغ،محمود خان محمود، نائیک سنگھ نائیک، فتح چند نسیم، عابد شاہ عابد،عنایت علی عنایت، پنڈت جیون سنگھ مسکین اور شیخ محمد عبدالحق وغیرہ شامل تھے۔[۲]

لہذا بلوچستان کی وہ تین شاعرات جن کے بارے میں اشارتاً معلومات حاصل ہوئیں تھیں کسی قسم کے ٹھوس شواہد و مواد دستیاب نہ ہوسکا۔آغا محمد ناصر کی کتاب'' بلوچستان میں اردو شاعری'' یقیناً اس ضمن میں معلومات فراہم کر سکے کتاب کا مطالعہ کرنے پر فقط اتنی معلومات دستیاب ہوسکیں کہ بلوچستان میں پنپنے والی شعری سرگرمیوں کو پانچ ادوار میں منقسم کیا گیا پہلے دور ۱۸۲۰ع سے ۱۸۸۰ع کے سفر پر محیط ہے اس دور میں حسن براہوی کا نام نمایاں ہے جب کہ

دوسرے دور کے متعلق لکھتے ہیں:

دوسرے دور کا آغاز بلوچستان میں انگریزوں کے قبضے کے کے بعد یعنی ۱۸۸۰ع سے ۱۹۲۰ع تک محیط ہے جس میں نواب گل محمد خان زیب مگسی، سردار محمد یوسف پوپلزئی، عابد شاہ عابد شامل ہیں۔[۳]

''بلوچستان میں اردو شاعری'' میں قندیل خیال سے متعلق فراہم کردہ معلومات میں بھی بلوچستان کی ان اولین شاعرات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ یوسف پوپلزئی کی اردو خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ نے بلوچستان میں اس وقت اردو شاعری اور اردو مشاعروں کی بنیاد ڈالی جب یہاں کے مخصوص سماجی اور ثقافتی پس منظر کی وجہ سے اس قسم کی محفلوں کی کوئی روایت بھی نہیں تھی، اور صرف یہی نہیں '' قندیل خیال'' کے نام سے ۱۹۱۵ع میں لورالائی سے پہلا ادبی جریدہ بھی آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔[۴]

بلوچستان کی ان اولین شاعرات کے متعلق ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن سے یہ معلومات حاصل ہوئی تھیں کہ ان شاعرات میں ایک تو باقاعدہ نعتیہ مجموعے کی خالق بھی تھیں۔ اس حوالے سے یقیناً ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی کتاب'' سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک بلوچستان میں'' معاون ومددگار ہوسکتی تھی۔ اس کتاب میں چھٹا باب'' بلوچستان میں نعتیہ مشاعرے'' کے عنوان سے ہے۔ لکھتے ہیں کہ انگریزوں کے اس خطہ میں آنے کے بعد یہاں اردو دفتری زبان قرار پائی اور شمالی ہندوستان سے صاحب ذوق حضرات ملازمتوں کے سلسلے میں یہاں آئے۔ جس کے نتیجے میں بلوچستان میں بزم سخن کا قیام عمل میں آیا اور اس کی بنیاد یوسف پوپلزئی نے رکھی۔ مشاعروں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بلوچستان میں ۱۹۱۱ع کے لگ بھگ لورالائی میں مشاعروں کا آغاز ہوا۔ ان مشاعروں میں شرکت کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔ سردار محمد یوسف پوپلزئی، مولوی عبدالحنان احقر، عنایت اللہ خان ایاغ،۔۔۔ شیخ محمد عبدالحق وغیرہ۔[۵]

''سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک بلوچستان میں'' میں پورے بلوچستان میں ہونے والی نعتیہ شاعری کا احاطہ کیا گیا ہے لیکن بلوچستان کی پہلی نعت گو شاعرہ سے متعلق کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ آغا ناصر نے قندیل خیال کی تاریخ اشاعت ۱۹۱۵ع بتائی ہے کہ بلوچستان کا پہلا ادبی جریدہ یوسف پوپلزئی کے تعاون سے ۱۹۱۵ع میں جاری ہوا۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر قندیل خیال کی تاریخ اشاعت ۱۹۱۴ع بتاتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ۱۹۱۴ع کے کون سے مہینے میں شائع ہوا۔ ان اولین شاعرات کی تلاش کی ناکامیابی کے بعد جب

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن نے شاعرات کا کلام دکھایا تو قندیل خیال میں ان کا کلام دیکھنے کے ساتھ ساتھ ستمبر، نومبر ۱۹۱۴ء اور فروری ۱۹۱۵ء کا شمارہ دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ بلوچستانی اردو شعر وادب پر لکھی دانیال طریر کی کتاب'' بلوچستانی شعریات کی تلاش''س سلسلے میں معاون و مددگار ضرور ثابت ہوسکتی تھی ۔ دانیال طریر نے حسن براہوئی کے بعد بلوچستان کے شعری منظرنامے میں بھرپور انداز سے ابھرنے والی شخصیت یوسف خان پوپلزئی کو قرار دیتے ہوئے اس عہد کی اہم ادبی کاوش'' قندیل خیال'' کا خالق قرار دینے کے ساتھ اس خطے میں ان کی توسط سے ظہور پذیر ہونے والی شعری سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔ اس سلسلے میں کہتے ہیں :

> گل دستہ'' قندیل خیال'' اس کے شعری تعارف کا کلی حوالہ ہے ۔ یہ ماہوار گل دستے ان طرحی مشاعروں کا مجموعہ ہیں جو لورالائی میں منعقد ہوا کرتے تھے۔[۶]

دانیال نے'' قندیل خیال'' میں شریک شاعروں کے کلام کو موزونیت کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے حسن براہوی کی شاعری کو فوقیت دی ہے اور ان کی شاعری کو تخلیقیت کا اساس قرار دیا ہے ۔ موزونیت وتخلیقیت کی اس بحث کے بعد انہوں نے اس دور سے تعلق رکھنے والے جس بڑے شاعر کا تذکرہ کیا وہ عابد شاہ عابد ہیں۔'' قندیل خیال'' کے مشاعروں میں شریک ان تین شاعرات کے کلام کے متعلق یہاں بھی خاموشی دکھائی دی۔ اس کے بعد لورالائی کی پبلک لائبریری رابطہ کیا گیا جو اس وقت زبوں حالی کا شکار ہے اور اتنا طویل عرصہ گذرنے کے بعد یہاں سے اکثر نایاب کتب ورسائل غائب ہو چکے ہیں۔ روزنامہ جنگ کے صفحہ'' ادب وفکر'' کے علاوہ بلوچستان میں چھپنے والے دیگر اخبارات کا بھی اس سلسلہ میں مطالعہ کیا اور اس سلسلے میں قندیل خیال کا ذکر وقتاً فوقتاً آتا ہی رہا ہے اور اس میں اس دور میں ہونے والے مشاعروں اور شعراء کا تذکرہ بھی ہے لیکن ان تین شاعرات کے متعلق روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دی۔[۷] ۲۸ نومبر ۲۰۱۰ کے جنگ سنڈے میگزین میں بھی پیر محمد کاکڑ نے'' قندیل خیال'' اور لورالائی میں ہونے والی ادبی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا ہے کہ ضلع لورالائی علم وادب کا گہوارہ رہا ہے ۱۹۱۵ء میں یہاں سے ایک اردو رسالہ قندیل شائع ہوتا رہا جس کی چھپائی دہلی سے ہوتی تھی جس میں یہاں کے مقامی ہندو سکھ اور مسلمان ادیب لکھتے تھے ایک ادیب کی حیثیت سے خان عبدالصمد خان اچکزئی غالبا ۱۹۳۸ء میں لورالائی تشریف لائے اور یہاں کے شاعروں اور ادیبوں سے ملاقاتیں کیں آج بھی ضلع لورالائی علم وادب میں کسی سے پیچھے نہیں اس سرزمین نے بہت سے نامی گرامی شاعر اور ادیب پیدا کئے ابتدائی دور میں آغا صادق، عبدالعزیز، انعام الحق، کوثر رسول نگری، نور محمد ہمدم ، نظر نقوی، قاضی محمد عالم ضمیر اور تابش نگینوی نے یہاں شاعری کے بیج بوئے ۔ انہوں نے ضلع لورالائی کی تاریخ پر روشنی

ڈالتے ہوئے بعد میں اللہ یار آفریدی سے لے کر نوراللہ اٹل تک تقریبا ۳۸ شعراء کا ذکر اپنے اس مضمون میں کیا لیکن اس میں کسی شاعرہ کا کوئی ذکر ماضی یا حال کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی کتاب بلوچستان میں اردو ،سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہك بلوچستان میں ،ڈاکٹر فاروق احمد کی کتاب بلوچستان میں اردو زبان و ادب ،پروفیسر شرافت عباس کا مضمون ''بیسویں صدی میں بلوچستان کا فارسی ادب'' میں ''قندیل خیال'' اور اس کے تحت ہونے والی شاعرانہ سرگرمیوں کے احوال میں مشابہت پائی جاتی ہے اور تو اور شعراء کے نام بھی معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ اسی ترتیب کے ساتھ دہرائے گئے ہیں۔آغا گل کے مضمون ''اردو کا اولین مشاعرہ'' کا مطالعہ کیا گیا لکھتے ہیں :

> ادبی ذوق رکھنے والوں نے لورالائی میں پہلا طرحی مشاعرہ منعقد کیا۔ان باذوق حضرات نے ادبی سرگرمیوں کو روشناس کرانے اور ادب کی ترویج کے لیے اپنے وسائل سے ایک ادبی رسالہ ''قندیل خیال ۱۹۱۴ء میں جاری کیا۔''[۸]

رسالے کا تعارف ،دہلی سے اس کی چھپائی ،اس دور کی املاء تلفظ شعراء کے نام اور شعری نمونوں اور اس دور کی شاعری کو دبستان برٹش بلوچستان کی شاعری قرار دیتے ہوئے اہم معلومات فراہم کیں تاہم ان تینوں شاعرات کے حوالے سے یہاں بھی کسی قسم کی کوئی معلومات نہ مل سکیں ۔ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن سے ان کا زیر تحریر مقالہ ''بلوچستان میں اردو کی اولین شاعرات'' حاصل کیا۔ اس مقالے میں'' قندیل خیال'' سے حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق تین شاعرات کا ذکر ملتا ہے ۔شاعرات کی کھوج میں یہ انکشاف ہوا کہ'' قندیل خیال'' اب ایک ایسی حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ جس کا تذکرہ اخبارات و رسائل میں بلوچستان کے اولین ادبی جریدے کے طور پر تو ملتا ہے مگر اب بلوچستان کے تمام سرکاری و پرائیویٹ کتب خانوں میں اس کی دستیابی ناممکن ہو گئی ہے۔ بلوچستان کی چیدہ چیدہ ایسی شخصیات ہیں جن کے پاس یہ رسالہ ایک ،دو یا پھر بہت زیادہ ہو گیا ہے آٹھ کا پیوں کی تعداد میں دستیاب ہوسکتا ہے۔''قندیل خیال'' کی مکمل کاپیاں شاید ہی اب حاصل ہوسکیں۔''قندیل خیال'' کے پہلے جریدے کا اجرا ستمبر ۱۹۱۴ء میں ہوا لیکن یہ ماہانہ رسالہ کب تک نکلتا رہا؟ آخری تاریخ اشاعت کیا تھی؟ اس حوالے سے صرف امکانات کا ہی اظہار کیا جاتا ہے ۔ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن سے دریافت کیا کہ انہیں قندیل خیال کہاں سے دستیاب ہوا تو انہوں نے بتایا کہ پروفیسر راغب تحسین جو اس وقت سائنس کالج میں اردو کے پروفیسر ہیں انہوں نے انکشاف کیا کہ اس وقت سنڈیمن لائبریری میں ''قندیل خیال'' کی آٹھ کاپیاں ستمبر ۱۹۱۴ء سے لے کر اپریل ۱۹۱۵ء تک موجود ہیں اور جن کی انہوں نے عکسی نقول

بھی کروالی ہیں ۔راغب تحسین نے ڈاکٹر ضیا الرحمٰن کے لیے مزید نقول کروائیں جس کے بعد بلوچستان کے اس نایاب واہم ترین تاریخی رسالے کی تمام اصل کاپیاں وہاں سے غائب ہوگئیں۔اس کا ذکر افشاں خانم نے بھی اپنے مقالے میں کیا جو اس وقت بلوچستان کی لائبریریوں پر پی۔ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کر رہی ہیں کہ انہوں نے اپنی تحقیق کے دوران خود سنڈیمن لائبریری میں'' قندیل خیال'' کی آٹھ کاپیاں دیکھیں جو ان کے اگلے وزٹ پر وہاں سے غائب ہو چکی تھیں ۔قلم قبیلہ تحقیقی وتنقیدی مجلّہ (۱) میں شامل مقالے'' سنڈیمن لائبریری ماضی تا حال'' میں لکھتی ہیں :

> لائبریری میں موجود رسائل کے شعبے میں قندیل خیال کے شمارے بھی موجود تھے ۔یہ بلوچستان کے اردو ادب کا انتہائی اہم،قدیم مطبوعہ اور دستاویز کی سی حیثیت رکھنے والا ورثہ تھا۔قندیل خیال کا یہ اثاثہ ستمبر۱۹۱۴ء سے دسمبر۱۹۱۴ء تک کے چار شماروں کو یک جا کر کے مجلد کیا گیا تھا۔ ہر شمارے میں سردار محمد یوسف پوپلزئی کے زیر اہتمام لورالائی میں منعقد ہونے والے ماہانہ مشاعروں کے طرحی اور غیر طرحی کلام کو چھاپا جاتا تھا اس میں ان شاعروں کے نام بھی درج ہوتے تھے۔جن کا کلام پیش کیا جاتا تھا۔یہ شمارے دلی میں چھپتے تھے راقم نے اسے مارچ ۲۰۰۶ء میں دیکھا تھا۔اس وقت اس کے بارے میں چند بنیادی معلومات درج تھیں ۔اس کے بعد قندیل خیال کی مذکورہ جلدوں کا کوئی پتہ نہیں چلتا اندیشہ ہے کہ یہ قیمتی سرمایہ بھی ضائع نہ ہوجائے ۔یا صرف ایک شخص کی ملکیت بن جائے۔[9]

لورالائی کی سرزمین ادبی حوالے سے کافی زرخیز ہے۔ادبی حلقوں میں لورالائی کی پہچان یوسف پوپلزئی کی سرکردگی میں جاری ہونے والا رسالہ'' قندیل خیال'' بنا،اور اس کے زیر اہتمام ہونی والی ادبی محفلوں کی بدولت شعر وسخن کے حوالے سے کئی معتبر نام سامنے آئے ۔تخلیقی اعتبار سے یہ دور بلوچستانی ادب وشاعری کا زرخیز ترین دور تھا۔ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کے مقالے'' بلوچستان میں اردو کی اولین شاعرات'' کے مطابق بلوچستان کا اہم ادبی رسالہ قندیل خیال انجمن بزم مشاعرہ لورالائی کے زیر اہتمام نکلتا تھا۔جو ہر چار ماہ کے بعد دہلی سے چھپ کر لورالائی آتا تھا۔ان کے مطابق ستمبر۱۹۱۴ء کے مشاعرے میں ترتیب اشاعت کلام کے اعتبار سے ان شعراء نے شرکت کی تھی ۔

> حبیب اللہ خان حبیبؔ پشاوری،محمد شفاعت اللہ خان فراغؔ لاہوتی،میرٹھی،لالہ بوٹا رام آنندؔ،محمد یٰسین جولاںؔ،کامران بخت شمیمؔ مرٹھی،شہزادہ سلطان حسین خان سلطاںؔ،سید عابد شاہ عابدؔ،لالہ فتح چند نسیمؔ،سردار محمد یوسف خان یوسفؔ پوپلزئی،محمد عنایت اللہ خان ایاغ جبروتی میرٹھی،ع۔ب صاحبہ عزیزؔ ش

۔ب صاحبہ شمسؔ خاوریؔ اور الٰہی بخش عاشق۔مشاعرے میں کل ۱۳شعراء نے شرکت کی ان میں دو خواتین تھیں۔۱۰

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کی تحقیق کے مطابق ''قندیل خیال'' کی پہلی خاتون شاعرہ ع۔ب صاحبہ عزیزؔ ہیں۔دوسری ش۔ب صاحبہ شمسؔ خاوری اور تیسری خاتون شاعرہ م۔ا۔ب افروزؔ ہیں ۔ ع۔ب صاحبہ عزیزؔ،ش ۔ ب صاحبہ شمسؔ خاوری کا کلام ستمبر۱۹۱۴ء کے شمارے میں شائع ہوا۔جب کہ افروزؔ کا کلام نومبر۱۹۱۴ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔''ان تینوں شاعرات کے ناموں کے مخففات اس بات کا غماز ہیں کہ بلوچستان کے مخصوص قبائلی رسم رواج کے پس منظر میں ان تینوں شاعرات نے مخففات کے نقاب تلے تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ان مخففات سے ان تینوں شاعرات کے اصل نام کیا نکلتے ہیں اس کے متعلق ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن لکھتے ہیں:

> قندیل خیال'' کے شاعروں کے اصل ناموں اوران کے تخلص کے تعلق کی روایت کا مطالعہ شاعرہ کے اصل نام کے تعین میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔پہلے مشاعرے میں شریک ۱۱ مرد شاعروں میں سے ۴ شاعروں کے تخلص وہی ہیں جو ان کے اصل نام کا پہلا حصہ ہے۔جیسے حبیب اللہ خان حبیبؔ،سلطان حسن خان سلطانؔ،سید عابد شاہ عابدؔ،محمد یوسف خان یوسفؔ پوپلزئی۔بعد کے شماروں میں اسی طرز کے تخلص پہلے شمارے کی نسبت زیادہ ہیں۔اس پس منظر میں ان کے قلمی نام (ع۔ب عزیزؔ) کا عین،عزیز کا مخفف ہے۔ جب کہ ''ب'' بیگم یا بانو کا مخفف ہے۔ایک صدی قبل برصغیر کی مسلمان خواتین کے نام کا جزو ثانی بیگم یا بانو بہ کثرت مستعمل تھا۔ان میں بھی عام گھرانے بیگم کو بانو پر ترجیح دیتے تھے۔ان تمام امور کے تجزیے سے ع۔ب عزیزؔ کا اصل نام عزیز بیگم عزیزؔ نکلتا ہے۔۱۱

ا۔ عزیز بیگم عزیزؔ:

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن نے'' قندیل خیال'' میں طباعت کے اعتبار سے ان خواتین کی ترتیب رکھی ہے۔اس ترتیب کے اعتبار سے بلوچستان کی پہلی اردو اور اس خطے کی پہلی نعت گو شاعرہ عزیز بیگم عزیزؔ ہیں ۔'' قندیل خیال'' کے ستمبر۱۹۱۴ء کے شمارے میں ان کی طرحی نعت شامل کلام ہے۔گویا'' قندیل خیال'' کے ان طرحی نعتیہ،حمدیہ،غزلیہ و نظمیہ مشاعروں نے بلوچستان میں آنے والے ادوار کے مشاعروں میں ایک نئی وتوانا تاریخ ساز روایت کی بنیاد رکھی ۔ماہ بہ ماہ عنوانات کے تحت مشاعروں کی بنیاد رکھنے سے بلوچستان میں ظہور پذیر ہونے والی شعری روایت کو شاندار

فروغ ملا۔ان طرحی و غیر طرحی مشاعروں نے نہ صرف ذوق شعری،اصلاح سخن،لفظیاتی تنقید اور نو آموز شعراء کی حوصلہ افزائی ،زبان و بیان کی صحت و صفائی کے باب میں اہم کردار ادا کیا بلکہ بہت سے اچھے اشعاراور اچھے شعراء سے بھی زمانے کو آشنا کیا۔عصر حاضر کی شاعرات میں اردوشاعری کے حوالے سے جو بیش بہا خزانہ اکٹھا ہو رہا ہے ،اس رجحان کا امین بلوچستان کی یہی تین اولین شاعرات قرار پاتی ہیں جو’’قندیل خیال‘‘ کے زیر اہتمام ہونے والے مشاعروں کے تحت منظر عام پر آئیں۔

۲۔ شمس۔بیگم شمسؔ خاوری:

’’قندیل خیال میں طباعت کے اعتبار سے بلوچستان کی دوسری اردو و فارسی شاعرہ ش۔ب شمسؔ خاوری ہیں جو بلوچستان میں فارسی شاعری کے حوالے سے رابعہ خضداری کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں اور’’قندیل خیال‘‘ کی پہلی شاعرہ عزیز بیگم عزیؔز کے بعد بلوچستان میں اردوشاعری کے حوالے سے بھی دوسرے نمبر پر بطور شاعرہ ابھرتی ہیں۔اردو شاعری کو فنی لوازمات کے مکمل ہنر کے ساتھ برتنے کے علاوہ فارسی شعروسخن کے حوالے سے بھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا،اگرچہ فارسی میں ان کی صرف ایک ہی غزل’’قندیل خیال‘‘ کے نومبر۱۹۱۴ع کے شمارے میں طبع ہوئی ہے جو خاورؔی نے دنیا کی بے ثباتی کے موضوع پر لکھی ہے،مگر اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ فارسی شاعری میں بھی رمزیت و سلیقہ اظہار سے بخوبی واقف تھیں۔نام کے مخفف کے سلسلے میں ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن نے پہلی شاعرہ عزیز بیگم عزیؔز کے نام کی طرح دوسری شاعرہ کا جو اصل نام نکالا ہے وہ ش سے شمس ،ب سے بیگم بنتا ہے اور شمسؔ و خاورؔی اس شاعرہ کے دوہرے تخلص ہیں اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ شمس بیگم شمسؔ خاورؔی اردو و فارسی کی ذواللسان شاعرہ تھیں ۔انہوں نے اپنی اردو شاعری میں شمسؔ کا تخلص جب کہ فارسی شاعری میں خاورؔی کے تخلص کا استعمال کیا ہے۔’’قندیل خیال‘‘ کے۱۹۱۴ع کے شمارے میں ان کا تعارف’’مصنفہ سنبلستان نعت‘‘ مخاطب کر کے کیا گیا ہے،یعنی ان مشاعروں کے انعقاد سے قبل ہی وہ اپنا نعتیہ مجموعہ مکمل کر چکی تھیں۔شعر گوئی کے فن پر مکمل عبور رکھنے والی ان شاعرہ کے بارے میں کہتے ہیں:

> قندیل خیال‘‘ میں ان کی نعتوں کے نمونوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ تخلیقیت کے ہنر سے واقف، سلیقہ نعت سے آگاہ خوش گو شاعرہ تھیں۔[۱۲]

شمس بیگم شمسؔ خاورؔی صرف بلوچستان کی خواتین شاعرات پر ہی شاعری کے حوالے سے سبقت نہیں رکھتی تھیں

بلکہ اس تحقیق سے قبل بلوچستان میں تحریری و زبانی طور پر رکھی گئی ترتیب کے مطابق حسن براہوی جو بلوچستان میں پہلا صاحب دیوان شاعر قرار دیا جاتا ہے، حسن براہوی کے بعد شعری مجموعے کے حوالے سے دوسرا نام عابد شاہ عابد کے مجموعے ''گلزار عابد'' کا ہے جو ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اپنے مقالے ''بلوچستان میں اردو کی اولین شاعرات'' میں لکھتے ہیں:

> اس مجموعہ نعت کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ جب بلوچستان میں طباعت کے لحاظ سے اردو کا پہلا مجموعہ ''گلزار عابد'' تصنیف عابد شاہ عابدؔ مطبوعہ ۱۹۱۵ء تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا اس سے پہلے شمس خاوری اپنا مجموعہ مکمل کر چکی تھیں۔[۱۳]

۳۔ محترمہ افروزؔ بیگم:

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن نے اسی ترتیب سے تیسری شاعرہ م۔ا۔ب افروزؔ کو رکھا ہے۔ پہلی دو شاعرات پر لاگو کیے گئے اصول کے مطابق م۔ا۔ب افروزؔ کا نام محترمہ افروزؔ بیگم نکالا ہے۔ عزیز بیگم عزیزؔ کے شوہر مرزا شیر علی لورالائی میں سرکاری ملازم تھے۔ ان کا شمار ممبران مشاعرہ میں ہوتا تھا اور یہ شیرؔ تخلص کرتے تھے جس سے ان کے شاعر ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ شمس بیگم شمسؔ خاوریؔ کے شوہر کا اصل نام محمد عنایت اللہ خان تھا جو فارسی و اردو کے ممتاز شاعر تھے اور ایاغؔ تخلص کرتے تھے۔ مرزا شیر علی کی طرح لورالائی میں ان کی وجہ سکونت ان کی سرکاری ملازمت تھی۔ محترمہ افروزؔ بیگم کے شوہر منشی شفاعت اللہ خان، عنایت اللہ خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ بھی شاعری کرتے تھے اور ان کا تخلص فراغؔ تھا۔ ان کا کلام قندیل خیال میں وقتاً فوقتاً چھپتا رہا ہے، لیکن لورالائی میں ان کا قیام کس سلسلے میں تھا؟ اس سچائی پر پردہ پڑا ہے۔ لورالائی میں اپنی اہلیہ محترمہ افروزؔ بیگم کے ہمراہ ان کے قیام کی وجہ ڈاکٹر صاحب بڑے بھائی ایاغؔ سے ملاقات بتاتے ہیں۔ تاہم لورالائی میں ان کا قیام کتنی مدت پر مشتمل تھا حقائق سامنے نہ آ سکے۔ نومبر ۱۹۱۴ء کے شمارے میں ان کی ایک مکمل اور دوسری نامکمل نعت کے شواہد ملتے ہیں۔ ان کی یہ دونوں نعتیں اردو میں ہیں جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ صرف اردو شعر گوئی میں ملکہ رکھتی تھیں۔ ''قندیل خیال'' ستمبر ۱۹۱۴ء کے شمارے میں ان کا کلام شامل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کہتے ہیں:

> افروز پردہ نشین خاتون تھیں۔ ستمبر کے شمارے میں ان کا کلام اس لیے شامل نہیں ہے کہ وہ مشاعرہ میں بنفس نفیس شامل نہ ہو سکیں ہوں گی۔ ایک امکان یہ بھی ہے کہ انہوں نے ستمبر کے مشاعرے میں کسی

اور کے ذریعے کلام پڑھوانے کے لیے طبع زاد نعتوں کا اہتمام تو کیا تھا۔لیکن ان کی علالت کے باعث یہ منصوبہ قابل عمل نہ ہوسکا۔اکتوبر۱۹۱۴ء میں لورالائی ہی میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔[۱۴]

بیسویں صدی کا دوسرا عشرہ اس لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے دوران بلوچستان نے فکروفن دونوں حوالوں سے اردو و فارسی کے نہایت اہم اور قابل ذکر شعراء کو جنم دیا فنی وسعت اور اسلوب کے حوالے سے اس دور کے شعراء کی شاعری آنے والے ادوار میں کی جانے والی شاعری میں ایک نمایاں اور اہم مقام رکھتی ہے۔ بلوچستان میں خواتین کی اردو شاعری کے حوالے سے ان تینوں شاعرات نے بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں جب بلوچستان میں شاعرانہ خیالات کا اظہار معمولی بات نہ تھی مگرانہوں نے سلیقے اور ہنر مندی سے شاعری برت کر بلوچستان میں نئے شعری مزاج،اور کلاسیکی روایت کے دل کش امتزاج کی بدولت شاعری کو ایک نئی معنویت ،تدبرکاری اور امکانات کی نئی دنیا کا امین بنایا ہے۔بلوچستان کی روایتی فضا میں متوازن اور پروقار طرز شاعری کے سبب شاعری کو روشن فکری ،اظہار کی سادگی ،الفاظ کا ترنم اور جذبات و احساسات کو سیدھے سادے الفاظ میں خوش سلیقگی ،شائستگی وہنرمندی سے پروان چڑھایا ہے۔ان شاعرات کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ عزیز بیگم عزیزؔ بنیادی طور پر نعت گو شاعرہ ہیں ۔عشق محمدﷺ سے متاثر ہوکر شاعری کا سہارا لیتی ہیں ۔اپنے دل کی روداد یوں بیان کرتی ہیں کہ آخر کار وہ شعر کے قالب میں ڈھل جاتا ہے اور کاغذ کے صفحے پر نقش ہوجاتا ہے۔نعت کے لہجے کے متعلق ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن معلومات فراہم کرتے ہوئے کہتے ہیں :

نعت کا لہجہ سوالیہ ہے ۔[۱۵]

شاعری میں موضوعات کا تنوع ہر دور میں ملتا ہے مگر ان شاعرات نے نعت گوئی ،دینی اور اخلاقی موضوعات کو شعر کی زبان میں بیان کیا ہے۔ان کی نعت گوئی کی مشترکہ رجحان کے متعلق ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کہتے ہیں :

عزیزؔ،شمسؔ خاوری اور افروز میں نعت نگاری قدر مشترک کے طور پر ابھرتی ہے ۔یہ اشتراک تینوں کے میلان طبع کے ساتھ ساتھ بلوچستان میں اس وقت موجود رجحانات کو جانچنے میں معاون ہے۔[۱۶]

بلوچستان کا مخصوص ماحول ان شاعرات کی شعری راہ میں یقیناً رکاوٹ بنتا مگر ان کی شاعرانہ راہ کو ہموار کرنے کا ایک اہم سبب ان کا ادبی ماحول تھا جو انہیں اپنے گھر سے دستیاب ہوا،دوسری وجہ ان کے خاندان کے مردوں کی تعلیم و سرکاری ملازمت تھی ،تیسرا سبب پردے کا مناسب انتظام تھا جس کا بندوبست کرنے کے بعد ہی مشاعروں میں شرکت

کرتی تھیں بلکہ تیسری شاعرہ کے پردے کی پابندی کے خاص خیال کا تذکرہ باقاعدہ طور پر" شاعرہ پردہ نشین م۔ا۔ب صاحبہ" کہہ کر کیا گیا ہے اور سب سے اہم سبب موضوعات کا انتخاب ہے۔سخت مزاج زمانہ موضوعات کے اس چناؤ کی بدولت ان کے تخلیقی سفر میں رکاوٹ پیدا نہ کر سکا۔ان تینوں شاعرات میں ناموں کے حوالے سے بھی مطابقت کا پہلو نکلتا ہے کہ ان کے نام نہ صرف خواتین میں بلکہ عزیز، شمس اور افروز ایسے نام ہیں جو مردوں میں بھی یکساں طور پر رائج ہیں۔ بلوچستان کی ان تینوں شاعرات کا شمار ایسی شاعرات میں ہوتا ہے جن کی شاعری کو تحریر کے آئینے میں ثابت کر کے دکھانا حقائق سے پردہ اٹھانا اور اس پر اپنا تجربہ بیان کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ان کی شاعری کے بے شما ر اہم پہلو زمانے کی گرد اور سرد و گرم میں کہیں چھپ گئے ہیں جنہیں تلاشنے کا اہم فریضہ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن نے انجام دیا۔تلاش اور تحقیق کے سفر میں ابھی اور بھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔کیوں کہ تحقیق کے دروازے ہمیشہ کھلے ہوتے ہیں کوئی چیز حتمی نہیں ہوتی کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے۔

۲۔ اس دور کی اہم اصناف: (نعت،غزل)

انیسویں صدی سے قیام پاکستان تک بلوچستان میں شاعرات نے شاعری کی جن اصناف کو برتا گیا وہ نعت گوئی اور غزل تھی۔ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں تخلیق کی جانے والی خواتین کی تمام شاعری پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ اس دور کی شاعرات کا زیادہ رجحان دینی و مذہبی موضوعات کی طرف تھا۔شاعری کی دیگر اصناف مثلاً قصیدہ، مثنوی، رباعی، نظم کے برعکس نعت اور غزل کی جانب زیادہ توجہ دی گئی۔ یہ وہ دور تھا جب خواتین کو قدرے ہچکچاہٹ کے ساتھ بالآخر بطور تخلیق کا تسلیم کر لیا گیا لیکن اب تک اس تخلیقی سفر میں اسے اس قدر آزادی نہیں ملی تھی کہ وہ اپنے اصلی جوہر کے ساتھ مکمل نسوانی سوچ اور نسوانی طرز احساس کے ساتھ کھلم کھلا شاعری میں اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کر پاتی یہ پابندی تو اسے کاغذ پر تنہائی میں بھی اظہار سے روکے ہوئے تھی کجا وہ مشاعروں میں بیٹھ کر اظہار کر سکتی ۔اس دور میں بلوچستان کی خواتین نے شاعری کی دو ہی اصناف نعت اور غزل کو تخلیقی اظہار کا ذریعہ بنا کر گویا ایک بہت بڑی روایت کا انحراف کر کے جدت کی جانب قدم بڑھائے۔نعت کے برعکس غزل عموماً جذبات و احساسات کے اظہار کا بہترین وسیلہ قرار پاتی ہے لیکن اس صنف میں بھی ان شاعرات نے فطری نرمی کے حوالے سے جذبات کے اظہار میں نرم روی کا مظاہرہ کر کے کلام میں عریانی کا پہلو نہیں آنے دیا۔انہوں نے غزل کے روایتی موضوعات سے ہٹ کر اخلاقی مضامین کو اس صنف میں جگہ دینے سے اس کے دامن کو وسیع کیا۔اس دور میں شاعری کی صرف دو ہی اصناف نعت وغزل پر طبع آزمائی کی گئی ۔اس لیے یہاں ان موضوعات کو فن وفکر کی کسوٹی پر پرکھا

گیا ہے۔

ا۔ نعت:

اس دور کی نعت گوشاعرات عزیز بیگم عزیؔز، شمس بیگم شمسؔ خاوری، محترمہ افروزؔ بیگم

نعت فنی وفکری مطالعہ

نعت وہ پیرایہ اظہار ہے جس کی بدولت بندگان خدا کومحبوب کائنات کی مدحت وتوصیف کا موقع میسر آتا ہے جس کی ہر زمانے میں تخلیق ہوئی ہے۔اردو شاعری میں نعت گوئی کے حوالے سے محسن کاکوروی، الطاف حسین حالی دو اہم شعراء ہیں جنہوں نے اس صنف کو نہ صرف حسن خوبی سے برتا بلکہ اس میں بہت سے نئے اضافے بھی کیے۔ان کے علاوہ علامہ اقبال نے عشق محمد کو موضوع سخن بنا کر زندگی کا مقصد و ماحصل تصور کیا۔اردو نعت نگاری کے آغاز اور پہلے پہل شعراء کی اس صنف پر طبع آزمائی کے حوالے سے نقاش کاظمی جنگ کے صفحہ ''ادب وفکر'' میں لکھتے ہیں :

> اردو نعت نگاری میں شعراء نے تقریباً سات ساڑھے سات سو سال پہلے سے طبع آزمائی کی ہے جبکہ عربی زبان میں نعتیہ کلام کی روشنی تقریباً 15 سو سال پر محیط ہے بلکہ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالی نے جابجا آپؐ پر درود وسلام کے الفاظ میں نعت کا خزینہ ہمیں عطاء کیا ہے ۔۔۔اردو میں خواجہ الطاف حسین حالی، علامہ اقبال اور کئی بڑے شعراء نے نعت گوئی کی سعادت حاصل کی۔ [۱۷]

بیسویں صدی کا دوسرا عشرہ اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں تعلیم کی بدولت بلوچستان میں پس ماندگی کسی حد تک کم ہوگئی اور اب خواتین بھی تعلیم حاصل کرنے لگیں جس سے علمی وادبی شعور اجاگر ہوا۔اردو ادب پر مختلف تحریکوں نے اپنے اثرات ثبت کیے۔اصناف سخن میں نئے موضوعات کا استعمال کیا گیا اور سب سے اہم بات کہ خواتین کا کلام بھی چھپنے لگا جس کا سب سے بڑا ثبوت بلوچستان سے جاری ہونے والے ماہانہ شمارے'' قندیل خیال'' کی وساطت سے آنے والی تینوں شاعرات ہیں۔ان شاعرات کا اپنے ناموں کو پوشیدہ رکھ کر شاعری کرنا اپنے عہد کی مسلم معاشرت کی نمایاں صفت ہے۔اس عہد میں شاعرات کے حوالے سے بلوچستان میں جن اصناف سخن پر طبع آزمائی کی گئی وہ نعت اور غزل جیسی اصناف ہیں جنہیں اس دور کی شاعرات نے تخلیقی اظہار کا وسیلہ بنایا۔بلوچستان میں نعت گوئی کے حوالے سے خواتین میں اولیت ان تین شاعرات عزیؔز بیگم، شمس بیگم شمسؔ خاوری ، محترمہ افروزؔ بیگم کو حاصل ہے ۔ان تینوں شاعرات میں عزیز بیگم عزیؔز اس حوالے سے سبقت رکھتی ہیں کہ وہ بلوچستان کی پہلی خاتون

شاعرہ ہی نہیں بلکہ بلوچستانی شعر گوئی کی صنف میں اسے اپنے ہم عصر تمام شعراء میں ایک اور اہم و نمایاں مقام بھی حاصل ہے اس حوالے سے ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن کہتے ہیں:

''قندیل خیال'' میں پہلے طباعت کو اولیت کا اصول قرار دے دیا جائے تو عزیزؔ بلوچستان میں اردو کی پہلی شاعرہ کے طور پر ابھرتی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی اعزاز حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس خطے کی پہلی نعت نگار شاعرہ بھی ہیں۔[۱۸]

عزیز بیگم عزیزؔ کی نعتیہ شاعری میں وسعت و پہلوداری دکھائی دیتی ہے۔ شاعری میں اسلوب کے حوالے سے عصری شعور اور کلاسیکی روایت کا دلکش امتزاج ملتا ہے۔ ''قندیل خیال'' کی دوسری شاعرہ شمس خاوریؔ کی اردو و فارسی غزلیات کو ایک طرف رکھ کر ان کی اور اس دور کی دوسری دو اہم شاعرات عزیزؔ اور افروزؔ کی نعتیہ شاعری میں ان کے اسلوب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کے نعتیہ کلام کے تمام اشعار انداز و اسلوب کی تبدیلی کے باوجود ایک ہی جذبے کے عکاس ہیں جو نعتیہ شاعری سے منسوب ہے۔ ان شاعرات نے آپ ﷺ کے بلند مقام مرتبے کی بلندی کا اعتراف کرنے کے ساتھ آپ صلعم کی نگاہ خاص کی متمنی ہونے کے علاوہ آپ سے اپنے خصوصی عشق کا تذکرہ کیا اور اس حوالے سے انداز و اسلوب بدل بدل کر ایک ہی بات کی۔

۱۹۳۶ء کی ترقی پسند ادب کی تحریک سے پہلے شاعری میں اظہار نسوانیت مروج ادبی مزاج کے خلاف تھا اس لیے شاعری میں خواتین اپنی سائیکی کا اظہار نہ کر پاتی تھیں اور مردانہ لب و لہجے کو اظہار کا ذریعہ بناتی تھیں۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ ترقی پسند ادب کی تحریک نے ادب کو جمود کی کیفیت سے نکالا اور یوں عورت بھی عورت بن کر شاعری کرنے لگی۔ شاعری میں نسوانی رنگ کی پہلی اینٹ رکھنے والی شاعرہ عموماً ادا جعفری کو قرار دیا جاتا ہے جس نے اردو شاعری میں نسائی تشخص کا تعین کیا لیکن ادا جعفری سے بہت پہلے عزیز بیگم عزیزؔ نے اپنی شاعری میں نسائی لہجے کو برقرار رکھتے ہوئے عشق محمد ﷺ کو موضوع بنایا ہے۔ ستمبر ۱۹۱۴ء کے شمارے میں شامل طرحی نعت کے ساتویں شعر اور چودھویں مصرع میں ''میں چلی جاؤں جو یثرب'' سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عزیزؔ نئے تجربات و لفظیات سے بخوبی واقف تھیں۔ ان کی یہ نعت زنانہ واردات اور نسائی کیفیت کا مظہر ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق کسی عورت نے کی ہے جو اپنے نسائی لہجے کا اظہار کرتے ہوئے شرماتی نہیں ہے۔ گو کہ ان کی صرف ایک ہی نعت دستیاب ہو سکی ہے مگر اس کے تمام اشعار منتخب معلوم ہوتے ہیں۔ استعاراتی زبان میں بشری کوتاہیوں کے پیش نظر

احساس ندامت، گناہوں کے بوجھ کا احساس، سپردگی، ایمان کی پختگی کا اظہار، سادگی اور بلا کی روانی میں سے نعت الجھاؤ کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ ''قندیل خیال'' کی دوسری شاعرہ جو مجموعہ کلام ''سنبلستان نعت'' کی خالق بھی ہیں ان کا شاعرانہ اسلوب قدیم روایت کا پاسدار دکھائی دیتا ہے۔ستمبر ۱۹۱۴ء کے شمارے میں شامل ان کی نعت سے زنانہ و مردانہ اسلوب کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ یہاں ان کا اسلوب زنانہ و مردانہ سے ماورا ہوکر خالص شاعرانہ بن جا تا ہے۔اس شمارے میں شامل نعت میں تین مرتبہ اپنے تخلص شمسؔ کا بھی استعمال کیا ہے اور نعت کے ساتویں شعر اور چودھویں مصرع میں اپنے اردو تخلص شمسؔ سے پہلے خاوری کی بجائے خاورے کا استعمال بھی کیا ہے۔ شمسؔ و خاوریؔ دو ایسے نام ہیں جو خواتین کے علاوہ مردوں میں بھی یکساں طور پر رائج ہیں ۔ گو کہ اس نعت میں شمسؔ کے اسلوب سے تو مردانہ و زنانہ کی تخصیص نہیں کی جاسکتی لیکن اس کے دونوں تخلص اس کی شناخت بطور شاعرہ کرنے میں حائل ہو جاتے ہیں اور آگے چل کر سوچ کے دھارے کو مزید تقویت ملتی ہے جب وہ فروری ۱۹۱۵ء کے شمارے میں روایت کی پابندی کرتے ہوئے عورت ہوتے ہوئے بھی مکمل مردانہ اور مروج اسلوب میں شاعری کرتی ہیں۔ ''رویا شب کو''، ''رہ گیا'' کا اظہار اس شاعرہ کو بطور مرد شاعر متعارف کرواتا ہے۔فروری ۱۹۱۵ء کے شمارے میں شامل نعت میں بھی اسلوب کے حوالے سے شمسؔ کے ہاں روایت کی پاسداری کا اظہار ملتا ہے۔مجموعی طور پر ہم شمسؔ کے اسلوب کو کلاسیکی اسلوب کہہ سکتے ہیں لیکن شمسؔ کا کمال یہ ہے کہ اس نے پرانے الفاظ اور پرانے اسالیب و روایات کو بالکل نئے انداز سے استعمال کر کے وسعت فن کا مظاہرہ کیا ہے۔اس طرز و انداز نے اس کی شاعری کا ایک مخصوص زاویہ متعین کیا جس سے وہ اردگرد کی پھیلی ہوئی دنیا کو دیکھتی، سمجھتی اور پرکھتی ہے اور اپنی پختہ فکری کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

تیسری شاعرہ محترمہ افروزؔ بیگم کی نومبر ۱۹۱۴ء کے شمارے میں ایک نامکمل اور دوسری مکمل نعت دستیاب ہوئی ہے۔ نامکمل نعت میں افروزؔ کا اسلوب نسائی طرز فکر کا حامل ہے ۔مکمل نعت میں اسلوب کے حوالے سے کسی بھی جنسی تخصیص کے بغیر مدہم لہجے اور بے قراری عشق میں مبتلا ہوکر سوز و گداز، محویت کو مزاج کا عنصر بنا کر قرب محمد ﷺ کی متمنی دکھائی دیتی ہیں۔اس دور کی تینوں شاعرات کے ہاں شعر کا جمالیاتی اسلوب، عشق کی قلبی کیفیات کو ایک خاص رنگ سے منسوب کر دیتا ہے جس میں ذات کی داخلی ہم آہنگی مدہم، دھیمے، سریلے شعری آہنگ کا اظہار ادبی شناخت کا وسیلہ قرار پاتا ہے۔زبان کی سادگی، پرکاری، شعری تجربے کی سچائی پڑھنے والوں پر تیزی سے اثر انداز ہوتی ہے

ان شاعرات نے طویل بحروں سے اجتناب کیا ہے۔چھوٹی بحریں اور سوز و گداز کا گہرا احساس، عشقیہ واردات و کیفیات کا بیان ایک تسلسل سے جاری رہتا ہے۔ان شاعرات کے ہاں تشبیہات و استعارات کا استعمال آٹے میں

نمک کے برابر ہے۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نعت جیسی صنف کوسخن کا وسیلہ بنایا۔حمد ونعت دو ایسی شعری اصناف ہیں کہ جن میں تشبیہات و استعارات سے مقصد کا حصول دقت سے ہوتا ہے۔جس طرح اللہ تعالی کی صفات بے مثل و یکتا ہے اسی طرح آپ صلی وعلیہ وسلم بھی اپنے مقام و مرتبے کے اعتبار سے بے نظیر ہیں۔لہذا اللہ اور اس کے رسول کی صفات کا ثانی دنیا کی کسی بھی چیز کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔اس حقیقت کا باقاعدہ اعتراف شمسؔ نے اپنی نعت میں کیا ہے جو فروری ۱۹۱۵ع کے شمارے میں شامل ہے۔اس نعت میں شمسؔ نے دندان مبارک کے لیے''ہیرے کی لڑی'' کی تشبیہ کا استعمال کرتے ہوئے اپنی اس ناکامی کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اگر آپ ﷺ کے دندان مبارک کو ہیروں کی لڑی کی مثل بھی قرار دیا جائے جو خوبصورتی کے لحاظ سے بے مثال ہے تو اس گستاخی کا خوف برابر ستائے رکھتا ہے کہ کہاں آپ صلم کے دانت مبارک جو دراصل جنت کے دروازوں کی مانند ہیں، جب آپ ﷺ گفت گو فرماتے تو اللہ کا کلام بیان فرماتے ہیں تو کہاں آپ کا بلند درجہ اور کہاں ایک معمولی پتھر۔گویا یہ اعتراف ہے کہ تشبیہہ نہیں ہوسکتی۔عزیزؔ نے اپنی نعت میں تشبیہہ و استعارہ سے مکمل طور پر دامن بچا کر سوچ کے نئے زاویئے تراشے ہیں۔استعاراتی زبان و مفہوم کے ساتھ ساتھ سوالیہ لب و لہجے و انداز میں اپنی بے چینی و اضطراب کا اظہار کرتی ہیں۔سوالیہ لب و لہجے کی بدولت ان کی شاعری میں ایجاز،اثر اور حسن بڑھ جاتا ہے۔نعت میں''حضرت شیخ'' اور'' چرخ'' سے استعاراتی زبان میں شکوہ و شکایت کا ہلکا رنگ اس انداز سے اختیار کیا ہے کہ اس سے ان کے صبر و استقلال میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی، بلکہ ہلکا پھلکا شکایتی انداز ان کے ضبط ،استقلال وعمل،اعتدال و توازن، ثابت قدمی اور عشق محمد ﷺ میں تمنا کا متلاشی دکھائی دیتا ہے۔عزیزؔ کے برعکس شمسؔ اور افروزؔ کے کلام میں تشبیہ و استعارہ کا برمحل استعمال ملتا ہے۔لیکن یہ استعمال کم سے کم کیا گیا ہے اور یہاں بھی سادگی و سلاست کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔۱۹۱۴ع کے شمارے میں شامل نعت میں شمسؔ نے استعاراتی زبان کا استعمال تو کیا ہے مگر یہاں تشبیہ ہ و استعارہ سے مکمل اجتناب کیا گیا ہے۔نعت میں عاجزی لاچاری، درماندگی و بے کسی اور گناہ گار ہونے کے باوجود مداح پیمبر و نعت گو شاعرہ ہونے پر اپنے رتبے کے باعث خاص نظر کرم کی دعویٰ دار ہیں۔جس کا وسیلہ محمد ﷺ ہوا سے بھلا کسی کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔شمسؔ اپنی ہستی کو ایک ایسا حقیر ذرہ قرار دیتی ہیں کہ جس پر لطف خداوندی کے باعث یہ خاص کرم ہوا کہ اس کی ذات کو ایسی ہستی کی تعریف کا انمول تحفہ نعتیہ شاعری کی صورت میں ملا کہ جب''محمد ﷺ'' کا''م'' ہٹا لیا جائے تو پھر''حمد'' کی صورت میں اللہ کی تعریف رہ جاتی ہے۔

'قندیل خیال'' کی تیسری شاعرہ افروزؔ کی نامکمل نعت میں 'مثل ماہی'' کی تشبیہ ہجر محمد ﷺ میں گذرتی ہوئی اس

کی بے مقصد زندگی سے ملنے والی بے قراری، تڑپ، بے چینی اور اضطراب جیسی داخلی کیفیات کے شدید رویوں میں مضمر ہے۔ جس طرح سمندر میں زمین کی مخصوص کشش سے ایک خاص وقت میں چاند کی روشنی کے سبب ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے اور اس کشش کی بدولت مچھلیاں سطح سمندر پر ابھر کر ساحل پر بغیر آب کے تڑپنے لگتی ہیں اسی طرح افروزؔ بھی عشق محمدؐ میں گرفتار ہے اور اس عشق و وارفتگی میں مبتلا اس کی ہجر یہ زندگی کا ایک ایک پل آپ ﷺ کے وصل کا اسی طرح متمنی ہے جس طرح پانی مچھلی کے وجود کے لیے اہم ضرورت کا حامل ہے۔

بلوچستان کی ان تینوں اولین شاعرات میں تلمیحات سے شاعری کو آراستہ کرنے کا فن صرف شمسؔ خاورؔی کے ہاں ہی دکھائی دیتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ''قندیل خیال'' کے شماروں میں اس کا کلام اپنی ہم عصر شاعرات کی نسبت زیادہ مقدار میں چھپا ہے۔ اس لیے معیار کے اعتبار سے بھی اس کی شاعری کی خصوصیات اس عہد کی دیگر شاعرات کی نسبت زیادہ کھل کر سامنے آئیں ہیں، اگر دیگر دو شاعرات کا کلام اسی مقدار میں ہوتا تو شاید ان کے ہاں بھی کلام کو دیگر لوازمات سے آراستہ کرنے کی خصوصیات اسی نہج پر دکھائی دیتیں لیکن معیار و مقدار کی اس بحث میں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مجموعہ کلام ''سنبلستان نعت'' کی بھی خالق تھیں۔ شمسؔ سخن شناسی اور موضوع کے ادراک کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی تھیں۔ موضوع کے مطابق اپنی بات کو مدلل انداز میں پیش کرنے کے انداز سے بخوبی واقف تھیں۔ بلند خیالات کا مناسب شاعرانہ زبان میں ادائیگی کا سلیقہ ان کی شاعری میں بے پناہ تاثیر کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس نے اپنے کلام میں خالص اسلامی تلمیحات کا استعمال کر کے ایک خاص جذبے کا اظہار کیا ہے جو اس کے اسلامی فکر و افکار کا عکاس ہے۔ فروری ۱۹۱۵ء کے شمارے میں شامل نعت میں شمسؔ نے ''رابعہ بصری'' کی غیر معروف تلمیح کا استعمال کیا ہے لیکن موضوع کی ضرورت کے پیش نظر یہ تلمیح ان کے کلام میں رنگ بھرنے کا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسی نعت میں شمسؔ نے ایک اور معروف و اہم تلمیح ''صاحبِ فیل'' کا بھی استعمال کیا ہے۔ ان کی تشبیہات کے عربی انداز سے ان کی عربی زبان کی نبض شناسی، اس کی روایات و اصطلاحات سے مکمل آشناسی کا ہنر بھی جھلکتا ہے۔ جب تک کوئی شاعر قادر الکلامی کے ساتھ لحن و بحر کا شعور نہ رکھتا ہو اس کا ہنر اس کے قابو میں نہیں رہتا اور ''قندیل خیال'' کے شماروں کی وساطت سے ابھر کر آنے والی بلوچستان کی یہ تینوں اہم اردو شاعرت اس ہنر و فن سے بخوبی واقف تھیں۔ ان تینوں شاعرات نے اپنی شاعری میں وزن، بحر، ردیف و قافیہ کی پابندی کا خاص خیال رکھا ہے۔ یہ شاعرات ردیف و قافیہ کی تاثیر سے بخوبی واقف تھیں۔ جس سے ان کے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ ان شاعرات کے ہاں مختصر، سادہ اور آسان ردیفیں استعمال کی گئی ہیں۔ عزیزؔ نے اپنی نعت میں سوالیہ جملوں والی ردیف کا

استعمال کر کے لطف انگیزی کے ساتھ ساتھ جدت کا رنگ پیش کیا ہے۔یہی صورتحال نہ صرف شمسؔ کی ستمبر۱۹۱۴ء کے شمارے میں شامل نعت میں بلکہ نومبر۱۹۱۴ء کے شمارے میں شامل غزل میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں بھی سوالیہ جملوں والی ردیف کا استعمال کر کے جدت کا ثبوت دیا ہے ۔فروری ۱۹۱۵ء کے شمارے میں شامل دونوں نعتوں میں بھی شمسؔ نے مختصر سادہ وآسان ردیفوں کا استعمال کیا ہے۔افروزؔ نے نومبر۱۹۱۴ء کے شمارے میں شامل نامکمل اور مکمل دونوں نعتوں میں ردیف کا انتخاب سادگی سے کر کے فن کارانہ مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ان کی ردیفیں عام فہم اور مانوس سی ہیں اوران میں جدت بھی پائی جاتی ہے۔ان کے ہاں ردیف خواہ مخواہ قافیے کے ساتھ لٹکتی ہوئی نہیں رہتی بلکہ معنی آفرینی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

قرآن کی کسی آیت،حدیث کے ٹکڑے کوکسی شاعر کے شعر یا مصرع کو اپنے کلام میں شامل کرنا تضمین کہلاتا ہے۔''قندیل خیال'' کی پہلی دوشاعرات کے ہاں تضمین کا برجستہ ونادر استعمال بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔تضمین کے لیے جس حسن انتخاب کی ضرورت ہوتی ہے یہ شاعرات اس سے بخوبی واقف تھیں ۔قرآن مجید کی آیات والفاظ کا استعمال اشعار میں اس قدر مربوط طریقے سے کیا گیا ہے کہ یہ ان کے کلام کا جزومعلوم ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاءالرحمٰن کے مقالے بلوچستان کی اولین شاعرات کی ان تینوں شاعرات کی نعتوں کا فکری حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مقالے کے ص ۱۴ پر طبع شمسؔ خاوری کی نعت کے پہلے ہی شعر سے آپ ﷺ کے بلند مقام ومرتبے کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔سرِعرش وسدرۃ المنتہیٰ تک آپ کی رسائی کا تذکرہ خاص الفاظ میں کیا گیا ہے۔یہاں قرآن واحادیث میں بیان کیے گئے مضامین کوشعری روپ دینے کے لیے باقاعدہ قرآنی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان قرآنی الفاظ کے ذریعے آپ ﷺ کے اوصاف گنواتی ہیں۔آنے والے اشعار میں ان کی فکر ص ۱۰ پر طبع عزیز بیگم عزیزؔ کی نعت کے آخری اشعار میں ابھرنے والی فکر سے جڑ جاتی ہے۔یہاں عزیزؔ اپنے ذاتی وجود کی اہمیت کا احساس نعت خواں کے مرتبے پر فائز ہونے سے دلاتی ہیں ۔یہ مقام ومرتبہ انہیں حشر کے کھٹکے سے آزاد کر دیتا ہے۔شمسؔ اس مرتبے کی کرشمہ سازی سے نار دوزخ کی فکر سے باہر نکلتی ہیں۔مقالے کے ص ۱۶ تا ۱۷ پر طبع شمسؔ کی اگلی دونعتوں میں آپ ﷺ سے عشق کا جذبہ پہلی نعت کے مقابلے میں زیادہ نمایاں ہوکر ابھرتا ہے۔ یہ جذبہ ص ۱۶ پر طبع نعت ندامت وخوف سے چھلکتے آنسوؤں سے تقویت حاصل کرتا ہے۔ص ۱۶ تا ۱۷ پر طبع نعت میں سفر یثرب کوخوبی مقدر کا وسیلہ ٹھہراتی ہیں۔اس نعت میں رہنمائی فکر اور بلند معنی الفاظ کے انتخاب کی بدولت وجد وسرور کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔شمسؔ کی نعتیں فنی وفکری تاثیر کی بدولت نہ صرف ہم عصر

شاعرات بلکہ دوسرے دور کی شاعرات کی نعتیہ شاعری پر بھی سبقت رکھتی ہیں۔ جس کے ہر ہر شعر سے وارفتگی، بے قراری اور والہانہ شوق کی لہریں ابھرتی ہیں۔ عزیز بیگم عزیزؔ کی نعت کے پہلے دو اشعار میں شاعرہ فریاد و التجا سے کام لیتے ہوئے باری تعالی کے رو برو اپنے گناہوں پر سخت نادم و شرمندہ دکھائی دیتی ہیں۔ اس گریہ و زاری سے کام لیتے ہوئے ابر کرم کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں، آپ ﷺ کے طفیل بالآخر گناہ بخشوانے پر پختہ ایمان کی کیفیت کا احساس جھلکتا ہے۔ اگلے اشعار میں فکری زاویہ بدل کر آپ ﷺ پر دل و جان سے قربان ہونے کی آرزومندی ابھرتی ہے۔ آرزومندی کے اس جذبے میں تخیل کی پرواز سفر مدینے کے والہانہ اشتیاق کی خواہش کو سامنے لاتی ہے۔ ''ہند'' سے بے زاری کا تذکرہ لاشعوری طور پر اپنے عہد کی اس تہذیبی صورت حال کا اعلان کرتا ہے جب ابھی ہندوستان کی تقسیم کا واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ مجموعی طور پر ان کی فکر انفرادی معاملات سے وابستہ دکھائی دیتی ہے۔ یہ فکر بے پایاں خلوص، صداقت اور محبت سے وابستہ ہے۔ ص۱۹ پر افروزؔ کی ایک مکمل اور دوسری مکمل نعت میں سراپا نگاری، اوصاف کی بجائے جمال مبارک کے جلوہ کی جھلک دیکھنے کے شوق کو نعت کا موضوع بنایا ہے۔ یہاں جلوہ حسن مبارک کی تصویر کشی کی بجائے دن رات قربت محمد ﷺ اور دیدار محمد ﷺ سے نظروں کی پیاس بجھانے کی عنایت کی خواہش کی گئی ہے۔ یہ نعتیں جذبہ عشق محمد سے مغلوب

ہو کر تخلیق کی گئی ہیں۔ ان شاعرات کی نعتیہ شاعری میں آپ ﷺ سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار عشق و سرشاری میں ڈوب کر کیا گیا ہے۔ اس عشق کی بنیاد وہ ایمانی رشتہ ہے جو اس فانی دنیا تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ آخرت میں بھی شفاعت و نجات کا وسیلہ ہے۔

۲۔ غزل:

اس عہد کی غزل گو شاعرہ شمس بیگم شمسؔ خاوری ہیں۔

غزل: فنی مطالعہ و فکری مطالعہ

بلوچستان کی شاعرات نے جہاں دیگر اصناف سخن پر طبع آزمائی کی وہاں ان تمام اصناف کے مقابلے میں غزل کو سب سے زیادہ ذہنی و قلبی اظہار کا وسیلہ بنایا۔ بلوچستان میں اردو غزل کے ارتقاء کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالتے ہوئے کرن داؤد بٹ اپنی اسائمنٹ ''اردو غزل کا ارتقاء'' میں بلوچستان کے حوالے سے ابتدائی خدوخال کے متعلق لکھتی ہیں:

بلوچستان میں اردو شاعری کے اولین نقوش ملا محمد حسن براہوی کے یہاں ملتے ہیں۔ یہ اردو شاعری کا

ابتدائی دور ہے جسے ۱۸۵۱ء۔۱۹۰۰ء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔اس عہد کے نمائندہ دیگر شعراء مولا داد، ملا مزار بنگلزئی وغیرہ ہیں۔ابتدائی دور میں بھی بلوچستان کے شعراء کے یہاں برصغیر کے عصری رجحانات موجود ہیں۔ [۱۹]

۱۹۱۴ع کے شمارے کے ص ۳۱ تا ۳۲ پر طبع شمس کی اردو غزل ایک ایسا خوش آئند و خیال انگیز قدم ہے جو اس خطے کو آنے والے دور میں خواتین کے ہاتھوں غزل کی صنف کو توانائی و فروغ کا عنصر بخشتا ہے۔قندیل خیال کے وساطت سے پہنچنے والی ان کی غزل کا فنی مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت کھلتی ہے کہ زبان و بیان ،الفاظ وتراکیب کے حوالے سے اس دور میں بھی وہی رویہ سامنے آتا ہے جو کم و بیش اس دور کی اردو غزل میں مستعمل ہے۔تغزل،متانت،آہستگی و گداز جو غزل کا بنیادی وصف ہے ان کی غزل کے جوہر ہیں۔نومبر ۱۹۱۴ع کے شمارے میں شامل غزل نعتیہ رنگ میں لکھی گئی ہے۔یہ غزل فنی امکانات کے ساتھ ساتھ جدید رویوں کی غماز ہے۔جس میں برتے گئے الفاظ روایت کا بھرم رکھتے ہیں تو ایسے الفاظ بھی کثرت سے استعمال کیے گئے ہیں جو نئی طرز ادبی روایت سے مربوط ہو کر اس خطے کی غزل کو نئے سفر کی جانب گامزن کراتے ہیں۔ان کی غزل میں فارسی زبان و الفاظ اور تراکیب کا رنگ واضح طور پر چھلکتا ہے،جس پر روایتی شاعرانہ زبان کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ان کے لہجے کی تازگی و زور اور دیگر فنی خصوصیات خطہ بلوچستان میں اردو غزل کے نقش کو نمایاں و مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ان کی فارسی کے علاوہ تاحال اردو میں صرف ایک ہی غزل سامنے آئی ہے جس میں زندگی کی بے ثباتی اور فنا پذیری کو موضوع سخن بنایا ہے۔غزل کے بنیادی موضوعات حسن وعشق کے معاملات کی جلوہ خیزیوں کے برعکس مذہبی معاملات،اخلاقی تعمیر اور فانی زندگی کے احساس سے منسلک ہو کر معاشرتی زندگی کے قرینے کو پہچاننے کا احساس ملتا ہے۔ان کی غزل زبان و بیان کی روانی و سادگی کے علاوہ کسی خاتون کی طرف سے اردو غزل کا قفل توڑنے ،بلوچستان میں شاعرات کے حوالے سے اردو غزل کے ارتقاء میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان شاعرات کی شاعری پر رومانی تحریک کے اثرات تخیل کی فراوانی کی بدولت یثرب تک رسائی،جذباتی رویے،آہ وزاری،زبان کی صحت،صفائی،تراشیدگی کی بدولت رومانی تصورات کو فروغ دینے کی سعی کی۔بستر گل،گل کی روش،شبنم،باغ،مشک وعنبر،صبا،زلف،بارانِ افضال جیسے الفاظ وتراکیب ،فطرت کا جمال اور خارجی تصاویر کو باطنی قوت سے منسلک کر کے تخیل و وجدان کو اجاگر کرتے ہیں۔رابعہ بصری ،صحابہ فیل کی تلمیحات ماضی کی عظمتوں اور عبرت ناک سبق آموز واقعات کو اجاگر کرتی ہیں۔شمس کی شاعری پر رومانیت وعقلیت کی امتزاجی کیفیت کے اثرات

دکھائی دیتے ہیں ۔نعتیہ شاعری میں رومانیت کا غلبہ ہے تو غزل پر سید احمد بریلوی کی تحریک سے رشدوہدایت کے اثرات جھلکتے ہیں ۔ترک دنیا کی آرزومندی ،کفن کے ٹکڑے، بستر خاک، جنت، اجل جیسے الفاظ حقائق زندگی کا سامنا کرنے پر آمادہ کرتے ہیں ۔یہاں متخیلہ کی قوت قدرے دب کر مشاہدہ و احساس اورعقل کی قوت ابھرتی ہے ۔تاہم روایتی آراستگی، تشبیہ و استعارہ کی آرائش و زیبائش کے ساتھ جذبوں کی شدت اور خیال کی قوت کو مربوط کر کے فن و جذبے کو ہم آہنگ کر دیا ہے ۔

اس مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ اولین شاعرات جس دور میں شعروسخن کی وادی میں شاعری کے نغمے الاپتی ہیں ۔اس وقت ملک انگریزوں کے تسلط سے ابھی آزاد نہیں ہوا تھا، یہ گردوپیش کا ماحول ان کی شاعری پر بھی کمند ڈالتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں مجموعی طور پر ترک دنیا کی خواہش ، مذہبی معاملات سے لگاؤ، خطہ ہند سے بے زاری اور مدینے سے جذباتی لگاؤ کا رجحان بھر پور کیفیت و رنگ سے

اجاگر ہوتا ہے ۔اس رجحان کے ساتھ ساتھ ان کی فنی لوازم پر گرفت بھی مضبوط دکھائی دیتی ہے ۔اردو کی اہم ادبی تحریکوں کے اثرات اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ خطہ بلوچستان کے شعراء ہر دور میں اپنے عہد میں ابھرنے والی ان اہم تحریکوں سے تجرباتی اثرات قبول کرتے رہے ۔ان کے زیر اثر اپنی شاعری کا رخ گونا گوں خیالات و موضوعات کی جانب موڑتے رہے ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء، مقتدرہ قومی زبان، ص ۱۷۵

۲۔ فاروق احمد، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو زبان وادب، قلات پبلیشرز، ۱۹۹۸ء، ص ۱۰

۳۔ آغا محمد ناصر، بلوچستان میں اردو شاعری، کوئٹہ، کوژک پبلیشرز، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۲۳

۴۔ ایضا، ص ۲۵

۵۔ انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک بلوچستان میں، کوئٹہ، سیرت اکادمی بلوچستان، ۱۹۹۷ء، ص ۳۶۸

۶۔ دانیال طریر، بلوچستانی شعریات کی تلاش (جلد اول)، لاہور، پائلٹ ایجوکیشنل پروڈکٹس، ص ۱۹

۷۔ پیر محمد کاکڑ، ''ہماری تاریخ''، مشمولہ: روزنامہ جنگ سنڈے میگزین کوئٹہ، ۲۸ نومبر ۲۰۱۰ء، ص ۱۲

۸۔ آغا گل، ''اردو کا اولین مشاعرہ''، مشمولہ: اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، مارچ۔اپریل ۲۰۱۴، ص ۹

۹۔ افشاں خانم، ''سنڈیمن لائبریری ماضی و حال مشمولہ ''قلم قبیلہ''، تحقیقی و تنقیدی مجلّہ مطبوعہ (۱) قلم قبیلہ ادبی ٹرسٹ، کوئٹہ، ص ۱۶۴

۱۰۔ ضیاالرحمٰن، پروفیسر، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو کی اولین شاعرات، زیر طبع، ص ۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۴ تا ۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۸

۱۵۔ ایضاً، ص ۹

۱۶۔ ایضاً، ص ۹

۱۷۔ نقاش کاظمی، ''عشق رسول ﷺ کی سر شاری اور ریاض ندیم نیازی''، روزنامہ جنگ کوئٹہ

۱۸۔ ضیاالرحمٰن، پروفیسر، ڈاکٹر، بلوچستان میں اردو کی اولین شاعرات، ص ۵

۱۹۔ کرن داؤد بٹ، اردو غزل کا ارتقاء، کوڈ ۸۰۳، ، شعبہ اردو، ایس بی کے ویمنز یونیورسٹی کوئٹہ اسائنمنٹ ۲، سمسٹر ۱، برائے ایم فل اردو، سیشن ۲۰۰۹ء۔۲۰۱۱ء، ص ۲۰